ترجمہ از رئیس احمد جعفری

تزک تیمور

(۲)

اصلاح سلطنت و حکومت کا ماجرا

اب میں نے اپنی سلطنت اور حکومت کی اصلاح میں جو تدبیر اختیار کی وہ یہ تھی:

تکل بہادر سے جنگ کرنے میں امر واقعہ یہ ہے کہ میری "سلطنت" درہم برہم ہو کر رہ گئی تھی۔ میرے صرف دس آدمی سلامت بچے تھے۔ ان میں سات سوار اور تین پیادے تھے۔ ان کے علاوہ نہ میرا کوئی یاور تھا نہ ہمدم۔ امیر حسین کی بہن جو میری بیوی تھی اسے میں نے اپنے ساتھ گھوڑے پر سوار کر لیا تھا، اور صحرائے خوارزم میں مارا مارا پھر رہا تھا۔

ایک رات ایک کنوئیں پر قیام کیا تو تینوں پیادے تین گھوڑے لے کر فرار ہو گئے۔ اب مصیبت یہ پیش آئی کہ سات آدمی اور چار گھوڑے۔ میں مضطر اور بدحواس تھا لیکن اپنی کمزوری ساتھیوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتا تھا۔ اس حالت میں آگے بڑھا۔ راستے میں علی بیگ رہزن مجھ پر حملہ آور ہوا، اور گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔ اس نے مجھے ایک مکان میں قید کر دیا۔ جہاں از حد پسّو بھرے ہوئے تھے، اور میری حفاظت پر بہت سے نگہبانوں کو مامور کر دیا۔ یہاں دو مہینے تک میں قید رہا۔ آخر اللہ کی نصرت کام آئی۔ میں نے جرأت کر کے ایک نگہبان کی تلوار چھین لی اور ان سب پر حملہ کر کے انھیں راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ میں سیدھا علی بیگ کے سامنے پہنچا۔ وہ مجھے دیکھ کر حیران ہو گیا۔ اور لگا اظہار ندامت اور معذرت کرنے۔ میرے گھوڑے اور ساز و یراق لا کر پیش کر دیا۔ اور ایک اسپ لاغر اور ایک شتر ناتواں

اپنی طرف سے پیش کیا۔ اس کے بھائی محمد بیگ نے جو تحائف مجھے بھیجے تھے ان کا ایک حصہ خود رکھ لیا، باقی مجھے دے کر رخصت کر دیا۔

میں پھر صحرائے خوارزم میں پہنچا۔ اب بارہ سوار میرے پاس جمع ہو گئے تھے۔ دو روز بعد ایک گاؤں میں گزر ہوا۔ یہاں ایک گھر میں اترا۔ یہاں ترکمانوں کا ایک گروہ رہتا تھا۔ یہ مجھ پر حملہ آور ہوا۔ میں نے اپنی بیوی امیر حسین کی بہن کو تو گھر میں بٹھایا۔ اور خود باہر نکل کر رہزنوں کا مقابلہ کرنے لگا۔ اس اثنا میں ترکمانوں کا ایک فرد حاجی محمد مجھے دیکھتے ہی پہچان گیا اور غل مچانے لگا کہ یہ تو امیر تیمور ہے۔ لوگو خبردار! اس مرد شجاع سے لڑنے کا ارادہ نہ کرنا۔ پھر وہ میرے سامنے آیا اور سر اطاعت خم کر دیا۔ میں نے اس کی دلدہی اور استمالت کی۔ اپنا رومال اس کے سر پر ڈال دیا۔ وہ اپنے بھائیوں اور ساتھیوں سمیت آ کر میرے ساتھ شامل ہو گیا۔

اوائل سلطنت کی ایک تدبیر صائب

اپنی سلطنت کے آغاز اور اوائل میں جو تھی تدبیر اور فراست جس سے میں نے کام لیا یہ تھی:

میرے پاس اب پھر ساٹھ سوار جمع ہو گئے تھے۔ میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اگر میں نے یہاں اقامت اختیار کر لی تو ہو سکتا ہے کہ یہاں کے لوگ میرے درپے آزار ہو جائیں، اور ازبکوں سے میری مخبری کر دیں۔ لہذا عافیت اسی میں نظر آئی کہ آبادی سے دور صحرا کی راہ لوں۔ اور وہاں اس وقت تک رہوں جب تک فوج مرتب نہ کر لوں۔ چنانچہ میں خراسان کی طرف راہی ہوا۔

اثنائے راہ میں مبارک شاہ سنجری جو ماخان کا حاکم تھا ایک سو سواروں کے ساتھ مجھ سے آن ملا۔ اسپان خوب رو میری خدمت میں پیش کیے۔ علاوہ ازیں ایک جماعت سادات کرام اور اہالی ملک کی بھی مجھ سے آ کر ملحق ہو گئی۔ اب اس صحرا میں دو سو سواروں کی جمعیت میرے پاس تھی۔ اس موقع پر مبارک شاہ، سید حسین اور سید ضیاء الدین نے مجھ سے التماس کی کہ

اب یہاں رہنا بے کار ہے کسی اور طرف کا رخ کرنا چاہیے، اور کسی ولایت کو مسخر کرنا چاہیے۔
میں نے کہا میری رائے تو یہ ہے کہ ہمیں سمرقند کی طرف چلنا چاہیے۔ تم سب کو بخارا کے مضافات میں منتشر کردوں گا اور خود سمرقند جاکر وہاں کے لوگوں کو ہموار کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر جمعیت فراہم ہوگئی تو خواجہ الیاس سے جنگ کا آغاز کروں گا تاکہ ملک ماوراءالنہر تسخیر ہوجائے۔

ان سب نے میری اس تجویز پر صاد کیا اور یہ عزم کرکے ہم آگے بڑھے۔ میں نے یہ دو سو آدمی اطراف بخارا میں منتشر کردیے اور اپنی بیوی الجائے ترکان آغا یعنی امیر حسین کی بہن کو بھی وہیں چھوڑا۔ اور خود سمرقند کی طرف چل پڑا۔ راستے میں توکہ نوچین پندرہ سو سواروں کی معیت میں میرے ساتھ آملا۔ میں نے اسے محرم اسرار بنایا اور مبارک شاہ کے پاس بھیج دیا۔ پھر قبیلوں اور جرگوں کے تقریباً دو ہزار آدمی اپنے ساتھ ملا لیے اور ان سے عہد لیا کہ جونہی میں سمرقند میں علم سلطنت بلند کروں وہ میرے جھنڈے تلے آجائیں۔

سمرقند پر میرا حملہ اور قبضہ

رات کی تاریکی میں میرا داخلہ شہر سمرقند میں ہوا۔ وہاں اپنی خواہر کلاں قتلغ ترکان آغا کے ہاں ٹھہرا۔ یہاں تقریباً ڈیڑھ ماہ پوشیدہ رہا۔ لیکن حصول مقصد کی فکر سے غافل نہیں بیٹھا۔ آخر کار بعض اہالی شہر کو میری خبر آمد پہنچی اور افشائے راز کا اندیشہ پیدا ہوا۔ آخر اپنے پچاس سواروں کے ساتھ سمرقند سے روانہ ہوکر سوئے خوارزم چلا۔ میرے ساتھ پیادوں کا بھی ایک گروہ تھا۔ راستے میں ترکمانوں کے گلۂ اسپاں سے چند گھوڑے لیے اور پیادوں کو بھی سوار بنا دیا۔ اور دریائے آمویہ کے کنارے ایک قطعۂ ناہموار پر اقامت گزین ہوا۔ یہاں میرے باقی ساتھی اور رفقاء جو اطراف بخارا میں موجود تھے مجھ سے آکر ملاقی ہوئے۔ نیز تیمور خواجہ اغلان اور بہرام جلائر نے اپنے سپاہیوں سمیت میرے ساتھ شرکت کی۔ اب میرا حوصلہ بلند ہوگیا اور میں باخترز اور قندھار کی طرف روانہ ہوا اور بہ آسانی ان دونوں مقامات کو فتح کرلیا۔

میرا ایک اور بر وقت اقدام

باخرز اور قندھار کی طرف روانہ ہوا تو دریائے ہرمن کے ساحل پر خیمہ زن ہوا، اور یہاں ایک منڈوہ بنا کر رہنے لگا۔ یہاں ترک اور تاجیک سپاہ کے تقریباً ایک ہزار سوار میرے حلقہ میں داخل ہو گئے۔ اور اس طرح ملک گرم سیر میرے قبضے اور تصرف میں آگیا۔

اب میں نے سیستان پر ترکتاز کا ارادہ کیا۔ والی سیستان کو یہ خبر پہنچی تو تحائف اور نذرانے پیش کر کے میری خوشنودی کا جویا ہوا۔ اور مجھ سے مدد طلب کی کہ دشمن نے سات قلعوں پر قبضہ کر لیا ہے اگر آپ مجھے چھین کر وہ واپس دلا دیں تو آپ کی سپاہ کے لیے چھ ماہ کا آذوقہ فراہم کر دوں گا۔

میں نے مناسب یہ سمجھا کہ ان ساتوں قلعوں کو اپنے قبضہ میں لے آؤں۔ چنانچہ پانچ قلعے دست و بازو کی قوت سے چھین لیے مگر فرماں روائے سیستان میری اس ظفر مندی سے گھبرا گیا۔ وہ ڈرا کہیں میں یہاں نہ رہ پڑوں۔ اس نے اپنے قدیم دشمنوں سے صلح کر لی۔ سب نے مل کر مجھ پر حملہ کیا۔ میں بھی جنگ پر اس کے نقض عہد کے بعد راضی ہو گیا۔ میدان رزم میں میرا بازو اور پاؤں تیر سے زخمی ہوا۔ زخم شدید تھا۔ لیکن میری عزیمت میں فرق نہ آیا۔ آخر فتح میری ہوئی۔ چونکہ یہاں کی آب و ہوا ناموافق تھی لہذا پھر ملک گرم سیر واپس آگیا۔ یہاں دو ماہ تک قیام رہا۔ اس عرصے میں میرے زخم مندمل ہو گئے۔

دشت نوردی، پریشانیاں، کامیابیاں

اب ایک اور تدبیر میرے ذہن میں آئی۔

گرم سیر پر قبضے اور تسلط اور زخموں سے نجات پانے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ اب کوہستان بلخ کو اقامت گاہ بنانا چاہیے۔ اور وہاں سے فوج و سپاہ جمع کر کے ماوراء النہر پر حملہ کروں۔

میرے ساتھ صرف چالیس سوار تھے لیکن یہ سب اصیل، اصیل زادے اور امیر زادے

تھے۔ دل میں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ اس طرح کے والا نسب اور اعلیٰ حسب لوگ میرے تابع فرمان اور رفیق منزل ہیں۔

کوہستان بلخ کی طرف جاتے ہوئے صدیق برلاس جو یلدربن قاجار نویان کی اولاد میں سے تھا پندرہ سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ آ کر میرا شریک ہوا۔ میں نے اسے فال نیک خیال کیا۔ ان دنوں ہماری گزر بسر بس شکار کے گوشت پر تھی۔ ہم آگے کی طرف بڑھ رہے تھے کہ میری نظر ایک بلند پشتے پر گئی جہاں ایک فوج کھڑی تھی اور ساعت بساعت اس میں اضافہ ہو رہا تھا۔ میں نے قراولوں کو روانہ کیا کہ جائیں اور خبر احوال واقعی لائیں۔ وہ یہ خبر لائے کہ فرانچی امیر کا سابق ملازم جتّہ کے لشکر سے الگ ہو کر میری تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہے میں نے سجدۂ شکر کیا اور حکم دیا کہ فرانچی کو حاضر کیا جائے۔ وہ دست بستہ حاضر ہوا، زمین ادب کو پھر میرے پاؤں کو بوسہ دیا۔ میں نے ازراہ استمالت اس کے سر پر اپنا رومال رکھ دیا اور اسے لے کر درۂ ارصف کی طرف روانہ ہو گیا۔

رات میں نے درّے سے باہر بسر کی۔ دوسرے دن پھر سوار ہوا اور خیمے نصب کرنے کے لیے کسی موزوں مقام کی جستجو میں تھا کہ وسط میں ایک بلند مقام نظر آیا۔ میں حکم دیا یہاں خیمے نصب کر دیے جائیں۔ یہاں کا منظر بہت عمدہ تھا۔ ہوا بھی خوشگوار تھی۔ میں یہاں خیمہ زن ہوا۔ میرے ساتھی حوالی پشتہ میں مقیم ہوئے۔

رات بھر میں عبادت کرتا رہا۔ صبح نماز پڑھی۔ نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے کہ رقت طاری ہو گئی۔ میں نے اللہ تبارک وتعالےٰ سے التجا کی کہ اے بار الٰہا اس سرگردانی سے مجھے نجات دے۔ ابھی میرے دست دعا بلند تھے کہ ایک فوج آتی دکھائی دی۔ جہاں میں ٹھہرا تھا اس کے قریب آ کر وہ گزری۔ میں اس کی پشت کی طرف سوار ہو کر آیا کہ معلوم کروں یہ کون لوگ ہیں۔

یہ کُل ستّر سوار تھے، میں نے پوچھا،

" دوستو تم کون لوگ ہو؟ "

انھوں نے جواب دیا

" ہم امیر تیمور کے نمک خوار ہیں ، اور اس کی تلاش میں سرگرداں ہیں "۔

میں نے کہا " میں بھی امیر ہی کا ایک خادم ہوں۔ کہو تو تمھیں اس تک پہنچا دوں۔"

میری یہ بات سن کر ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا گیا ، اور سرداران فوج کو مطلع کیا کہ ایک آدمی امیر تیمور کے پتہ سے واقف ہے۔ انھوں نے حکم دیا جس نے یہ خبر دی ہے اسے ہمارے حضور میں پیش کرو۔

یہ فوج تین دستوں میں منقسم تھی۔

پہلے دستے کا سردار تغلق خواجہ برلاس تھا۔

دوسرے کی امارت امیر سیف الدین کے ہاتھ میں تھی۔

تیسرے کا سالار امیر تو یک بہادر تھا۔

یہ تینوں مجھے دیکھ کر گھوڑے سے اتر پڑے اور زمین ادب کو بوسہ دیا۔ میری رکاب چومی۔ میں بھی گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور ہر ایک سے بغلگیر ہوا۔ اپنا رومال تغلق خواجہ کے سر پر رکھا ، اپنا زرکار و زرنگار پٹکہ امیر سیف الدین کی کمر سے باندھ دیا۔ اور اپنا جامہ تو یک بہادر کو عطا کر دیا۔ یہ سب رونے لگے ، میری آنکھیں بھی پرنم ہو گئیں۔

شیر بہرام کی آمد اور معذرت

اب نماز کا وقت آگیا تھا۔

ہم سب نے ایک ساتھ نماز با جماعت ادا کی ، پھر خیموں میں آگئے۔ میں نے دربار کیا ، اور ان سب کو مدعو کیا۔ دوسرے روز شیر بہرام جو بچپن میں مجھ سے جدا ہو گیا تھا ، اور ہندوستان کا قصد رکھتا تھا ، عذر کناں حاضر ہوا۔ میں نے اسے گلے سے لگایا۔ اور معذرت قبول کر لی۔ اور اس پر اتنا زیادہ التفات کا اظہار کیا کہ وہ اور زیادہ نادم و شرمسار ہو گیا۔

مستقل مسکن کی تلاش: الاجو کا قلعہ مسخر ہوگیا

ایک اور تدبیر میں نے اس زمانے میں کہ تاج و تخت کے لیے میدان میں نکلا تھا یہ کی کہ اپنے لشکر کا جائزہ لیا۔ معلوم ہوا تین سو تیرہ سوار ہیں۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اب کسی قلعہ کو فتح کر کے اپنا مستقل مسکن بنانا چاہیے۔ اور یہ بھی فیصلہ کر لیا کہ سب پہلے الاجو کا قلعہ تسخیر کروں گا جس پر خواجہ الیاس کی جانب سے منگلی بوغا سلاوز حاکم تھا، اور اس قلعہ کو اپنا مستقل مسکن بناؤں گا۔

چنانچہ میں الاجو کی طرف روانہ ہوگیا۔

شیر بہرام اور منگلی بوغا سے پرانی دوستی چلی آرہی تھی۔ وہ مجھ سے اجازت لے کر... چلا گیا کہ شاید بغیر لڑے بھڑے مقصد پورا ہو جائے۔ اس کے پاس گیا۔ منگلی بوغا نے اسے پیام بھیجا کہ اس قلعہ کو الیاس خواجہ نے میرے سپرد کیا ہے اور یہ بات مردانگی اور مروّت سے دور ہے کہ اس کے بجائے تیمور کی اطاعت کر لوں اور قلعہ اس کے حوالے کر دوں۔

لیکن میری دہشت ایسی نہ تھی کہ وہ ٹک سکتا۔ آخر وہ بھاگ گیا۔ اس کے تین سو ملازم جو پہلے میرے ملازم رہ چکے تھے مجھ سے آکر مل گئے۔

پھر میں درۂ صوف پہنچا۔ میری خبر تومن خاں کے بیٹے املس خاں کو ملی۔ وہ اپنے سو سواروں کے ساتھ آکر میرا شریک ہوگیا۔ میں نے اظہار شفقت کر کے اسے بالکل مطیع بنا لیا۔ بعد ازاں میں نے تموکہ بہادر کو تین سو سواروں کے ساتھ لشکر جتّہ کی خبر لانے کے لیے براہ دریائے ترمذ روانہ کیا۔ اس نے واپس آکر خبر دی کہ یہ لشکر ترمذ کے علاقوں میں غارت گری کا بازار گرم کیے ہوئے ہے۔ یہ خبر پاتے ہی میں نے درۂ گز کی طرف کوچ کیا۔ الیاس خواجہ کو یہ اطلاع ملی تو اس نے اپنی فوجیں حملہ کرنے کے لیے میرے مقابلے کو روانہ کر دیں۔ نیز مجھے اطلاع ملی کہ امیر سلیمان برلاس، اور امیر ہندوکہ برلاس جتّہ سے باغی ہو کر ترمذ کمنہ میں واپس آگئے ہیں۔ انھوں نے تولان بوغا کو

میرے پاس ایلچی بنا کر بھیجا۔ اس نے اطلاع دی کہ سرداران موصوف ایک ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ بہت جلد آکر مجھ سے مل جائیں گے۔ میں نے اسے فال نیک سمجھا۔ ان لوگوں نے مجھے بتایا کہ جتہ پر شب خون مارنا چاہیے۔ لیکن جب میں بڑھا تو معلوم ہوا کہ جتہ کا لشکر بڑھا چلا آرہا ہے میں نے بھی اپنی فوج کی صفیں مرتب کیں۔ ان دونوں لشکروں کے درمیان دریا حائل تھا۔ میں نے ازراہِ مصلحت جتہ کے سالار لشکر امیر ابوسعید سے گفت گو شروع کر دی۔ لیکن کام نہ بنا۔ امیر ابوسعید تو میری باتیں ماننے پر تیار تھا دوسرے سردار تیار نہیں ہوئے انھیں آمادۂ جنگ دیکھ کر میں بھی کیل کانٹے سے لیس ہو گیا۔

لشکر جتہ کی شکست سے متعلق میری تدبیر

میں نے سوچا اگر لڑتا ہوں تو کہیں کثرت تعداد کی بنا پر یہ غالب نہ آجائیں لیکن ضمیر نے ملامت کی کہ جب اوکھلی میں سر دیا تو دھماکوں کا ڈر کیسا؟ آن اور شان کا تقاضا یہ ہے کہ پیٹھ نہ پھیری جائے۔ یا فتح یا شکست، یا زندگی یا موت!

دشمن تین حصوں میں منقسم ہو کر مصروف پیکار تھا۔ میں نے اپنا لشکر سات حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اور انھیں باری باری آگے بڑھایا۔ دوسرے ہی ہلّہ میں میر ابوسعید کا لشکر میری اس تدبیر کے باعث بھاگتا نظر آیا۔ اس وقت حیدر اندخوری اور منگلی بوغا مجھے للکارتے ہوئے آئے۔ میں نے مقابلہ کیا اور بھگا دیا۔ سارا لشکر جتہ پراگندہ ہو گیا۔